بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# نظرات

یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی کہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں دینیات کو فنون (Arts.) اور سائنس کی طرح ایک مستقل فیکلٹی کی صورت دیدی گئی ہے اور اس سلسلہ میں اس کے نصاب اور اس سے متعلق دوسرے امور پر غور دغوض کرنے اور ان کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک کمیٹی بھی بنا دی گئی ہے جس میں ہندوستان کے بعض نامور علما بھی شامل ہیں۔ اگرچہ یونیورسٹی کو یہ کام اب سے بہت عرصہ پہلے کرنا چاہیئے تھا۔ تاہم کوئی اچھا کام جب کبھی ہو جائے بہرحال اچھا ہی ہے۔

باخبر اصحاب کو معلوم ہے کہ ایک زمانہ میں سرسید نے عربی زبان اور علوم مشرقیہ کی سخت مخالفت کی تھی۔ اور اس سلسلہ میں انھوں نے اپنے گزٹ میں کئی پرزور مقالات لکھے تھے جن کے جواب میں مولانا شبلی نے قلم اٹھایا اور الندوہ میں سرسید کی تحریروں کا مدلل و مسکت جواب دیا۔ لیکن سرسید جس پالیسی کے حامی تھے آخر کار وہ ہی غالب ہو کر رہی موصوف انگریزی حکومت، انگریزی تہذیب و تمدن اور مغربی علوم و فنون سے اس درجہ مرعوب تھے کہ ان کی نظر میں مسلمانوں کی نجات کا واحد راستہ یہی تھا کہ مسلمان جس طرح بھی ہو انگریز نہیں تو انگریز نما بن جائیں اور ان کا دل و دماغ افرنجیت کے سانچہ میں اس طرح ڈھل جائے کہ انھیں "صاحب" کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور ان کی ہی طرح رہنے سہنے میں نہ صرف یہ کہ عار محسوس نہ ہو بلکہ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنے آقایانِ سفید فام کی نقالی کو اپنے لئے سرمایۂ فخر و مباہات سمجھیں۔

ممکن ہے سرسید نے یہ نظریہ سچ مچ مسلمانوں کی خیرخواہی کی نیت سے قائم کیا ہو لیکن اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ سرسید کی اس غلط پالیسی نے مسلمانوں کو صدیوں نیچے پھینکدیا۔ حکومت سے محروم ہونے اور ناگفتہ بہ حالات میں طوقِ غلامی کے گلے میں پڑجانے کے باعث مسلمانوں کے دلوں پر جو زخم تھے اور جن کی ہلکی ہلکی ٹیس ان میں خودی کے جذبۂ واحساس کے حفظ و بقا کی ضامن تھی وہ رفتہ رفتہ مندمل ہونے لگے اور آخر کار وہ وقت آیا

کہ مسلمان سرکاری عہدوں اور دفتری ملازمتوں کے طلسم فریب میں مبتلا ہو کر اپنے اصل مقام کو بالکل فراموش کر بیٹھا مسلمانوں کی اشک شوئی کے لئے سرسید نے عربی اور فارسی کی بھی کرسیاں رکھیں لیکن یہ سب کچھ محض دکھاوے کے لئے تھا اور رسماً تھا ورنہ مدرسۃ العلوم علیگڈھ کے بانی کا اولین مقصد یہی تھا کہ مسلمان انگریزی بولیں، انگریزی پڑھیں۔ انگریزوں سے سوشل تعلقات پیدا کریں ان کی طرح رہیں سہیں اور دفتری ملازمتوں پر زیادہ سے زیادہ قبضہ کرلیں۔ اور بس!

حضور کا ارشاد ہے "الحق یعلو ولا یُعلیٰ" سچ خود بخود بلند ہوتا ہے بلند کیا نہیں جاتا۔ انگریزی تعلیم کی ابھی ایک نسل ہی ہوئی تھی کہ خود سرسید کے شاگردوں اور ان کے مخصوص صحبت یافتہ لوگوں میں ایسے دیندار مسلمان پیدا ہوگئے جنھیں سرسید کی تعلیمی پالیسی کی غلطی مہر نیمروز کی طرح آشکارا ہوگئی اور انھوں نے بین طور پر اسے محسوس کرلیا کہ ان کے استاد نے مسلمان نوجوانوں کے لئے انگریزی تعلیم کا جو راستہ تجویز کیا ہے وہ ان کی قومیت، مذہبیت اور اسلامی ذہنیت کے لئے بیحد خطرناک ہے۔ اس سے ان کے دماغ مسموم، اعضا مفلوج اور دل ناکارہ و پست ہمت ہوکر رہ جائیں گے۔ ان حضرات نے اس زہر کا تریاق مہیا کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً سرگرم مساعی کیں لیکن جہاں اکثریت دوسرے طبقہ کی ہو وہاں ان بیچاروں کی کون سنتا۔ پھر بھی انھوں نے ہمت نہیں ہاری۔ جب کبھی ہو سکا اور جس قدر بھی ہو سکا یہ اصلاحی آواز بلند کرتے رہے۔

اس طبقہ کی انھیں کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ جہاں کا طالب علم کبھی اردو زبان میں گفتگو کرنے اور اردو کتاب کے پڑھنے کو اپنی توہین سمجھتا تھا وہاں اب اردو کا کامیاب شعبہ قائم ہے اور اردو کو ایک مستقل مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔ اردو میں ایم اے بھی ہے اور پی۔ ایچ ڈی بھی۔ جس مسلم درسگاہ کا طالب علم نماز روزہ کا مذاق اڑانے میں بیباک اور جری تھا اب اس کے در و دیوار عود الی الاسلام .Back to Islam کے نعروں سے گونج رہے ہیں اور جس کے طلباء کو کانٹ، شوپنہار اور برگساں کے خیالات و آراء کے سمجھ لینے پر فخر تھا۔ اب انھیں غزالیؒ و رازیؒ کا فلسفہ پڑھنے کا شوق ہو رہا ہے۔ جو طالب علم کل تک صرف دوسروں کی تاریخ کے پڑھ لینے کو اپنا سرمایۂ کمال سمجھتا تھا اب اس میں خود اپنی تاریخ کے اوراق پارینہ کے مطالعہ کا ذوق پیدا ہو رہا ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی میں اسلامی تاریخ اور اسلامی فلسفہ دونوں کو مستقل

مضمون کی حیثیت سے شریک نصاب کر لیا گیا ہے۔ بھر صاحبؒ کی تقلید میں یہاں تعطیل بجائے جمعہ کے اتوار کو ہوتی تھی۔ اس کی بھی اصلاح کی گئی اور اب یہاں تعطیل جمعہ کو ہی ہوتی ہے۔

انھیں اصلاحی مساعی کا اک ثمر خوش گوار ہے کہ اب یہاں دینیات کو ایک فیکلٹی کی شکل میں قائم کیا جا رہا ہے ہم اس اقدام پر ان حضرات کو مبارکباد دیتے ہیں جن کی کوششوں اور جن کے اشتراک عمل سے ایسا ہو سکا ہے لیکن ان حضرات کو یاد رکھنا چاہئے کہ ابھی ان کی منزلِ مقصود بہت دور ہے۔ ان چند تغیرات اور اصلاحی ترمیمات سے مسلمانوں کی صحیح قومی تعلیم کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ آپ صورت بدلنے کے لئے تو یہ سب کچھ کر رہے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ مسلمان نوجوان کا دل بدلنے اور اسے عقیدہ اور عمل دونوں حیثیتوں سے سچا مسلمان بنانے کے لئے بھی آپ نے کچھ کیا ہے؟

تعلیم سے زیادہ ضروری اور مقدم و اہم صحیح تربیت اور دماغی پرورش ہے۔ ورنہ جہاں تک محض تعلیم کا تعلق ہے آپ کو غیر مسلموں میں بھی ایسے افراد ملیں گے جو نہ صرف عربی زبان و ادب کے فاضل ہیں بلکہ اسلامی فقہ اور دینیات میں بھی بڑی دستگاہ رکھتے ہیں۔ اور یہ ذہنی تربیت اور صحیح دماغی نشو و نما پیدا ہوتی ہے صحیح ماحول سے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا ماحول اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ خود اساتذہ اور حکام یونیورسٹی عملاً اسلامی تہذیب و تمدن۔ اور اسلامی روایاتِ مذہبی و اخلاقی کے پیکر نہ ہوں۔ یاد رکھئے! ہماری قومی تعلیم کا صحیح نمونہ صرف وہی مسلمان نوجوان ہو سکتا ہے جو ایک طرف کیمسٹری۔ طبعیات۔ عملی سائنس پولیٹیکل ہسٹری، ریاضیات، اقتصادیات وغیرہ مغربی علوم میں کسی سے کم نہ ہو اور دوسری جانب اس کا دل اور دماغ۔ اس کا رجحانِ طبعی اور اندازِ فکر سلفِ صالحین کی طرح پکا اور سچا مسلمان ہو۔ ایک طرف وہ لیبورٹری میں بیٹھ کر کیمسٹری کی مشکل گتھیاں سلجھائے اور دوسری جانب وہ مسجد میں عام مسلمانوں کے دوش بدوش خدائے واحد کی بارگاہ میں سراپا خشوع و نیاز بنا کھڑا ہو۔ مسلمانوں نے پہلے اسی طرح "خرقہ و سجادہ" کے ساتھ "شمشیر و سنان" کو جمع کر کے دنیا کو فتح کیا تھا اور اب بھی وہ اسی طرح اپنے مستقبل کو عہدِ ماضی کا آئینہ دار بنا سکتے ہیں۔